



میری علمی اور مطالعاتی زندگی

الحق نے علمی اور مطالعاتی زندگی کے بارے میں شاہیر علم و فضل سے اپنے تاثرات قلمبند کرنے کی اپیل کی تھی اور اس ضمن میں ایک سوالنامہ جاری کیا گیا۔ اب تک اس سلسلہ میں ملک و بیرون ملک سے جن ممتاز اور جید اہل علم و فضل نے الحق کی درخواست کو شرف پذیرانی بخش کر اپنے بلند پایہ تاثرات اور گرانمایہ خیالات ارسال فرمائے ہیں۔ ان میں مولانا ابوالحسن علی ندوی، انڈیا۔ مولانا مفتی شفیع صاحب، مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی، مولانا شمس الحق افغانی، حضرت منیر الشانخ مجددی (افغانستان) مولانا الطہر علی صاحب مشرقی پاکستان، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب فرانس، ڈاکٹر صغیر حسن معصومی، مولانا عبد القدوس ہاشمی، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا ظفر احمد عثمانی جیسے شاہیر بھی شامل ہیں۔ کئی حضرات کی رائے تھی کہ اس سلسلہ کے مضامین کو ایک خاص شمارہ میں شائع کیا جائے۔ مگر اس وقت بعض وجوہات سے یہی مناسب سمجھا گیا کہ ہر شمارہ میں ایک مضمون شائع ہوتا رہے۔ بعد میں قارئین نے چاہا تو اسے ایک عدد خاص کی زینت بنا دیا جائے گا۔ ان جوابات سے غور و فکر کے کئی گوشوں پر روشنی پڑے گی اور علمی و اکتسابی زندگی میں اس کے مفید اثرات ظاہر ہوں گے تو قہر ہے کہ دیگر حضرات شاہیر بھی الحق کے سوالنامہ کے بارے میں اپنے جوابات سے نوازیں گے۔ ”تاثرات“ میں ادارہ اپنی رائے خیل نہیں کرنا چاہتا بلکہ اپنی رائے کا حق محفوظ رکھے گا۔

— سمیع الحق —



مخدوم مکرم۔ السلام علیکم۔ مزاج شریف، تملطف نامہ موصول ہوا۔ آپ کے جذبات مخلصانہ کا رنگہ گزار ہوں۔ میں نہایت ہی سبہ مایہ اور کم دستگاہ آدمی ہوں۔ مسجد سے زندگی شروع کی، حالات و واقعات مدرسہ میں لے گئے۔ اور میں متعلقہ علم میں خاصی دود تک گیا۔ مگر ذہناً مسجد ہی کا رہا بس بندہ ناچیز پر تعصیر، کوچہ گرد شہر رسوائی ہوں فقط، آج کل ایک آزمائش کی وجہ سے دل بھی میسر نہ تھی اور شاید میں نے الحال معذرت کر دیتا۔ مگر آپ کے والد بزرگوار، قبلہ مولانا عبد الحق مدظلہ کا اہم گزنی خط میں موجود پاکر میں نے

انکار کو سوء ادب خیال کرتے ہیں۔ مختصر جواب نامے کا ارادہ کر لیا ہے۔ آپ قیام سے عرض کریں کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ مجھے یکسوئی اور اطمینان نصیب ہو اور مقدس عقیدوں کی مزید خدمت کی توفیق عطا ہو۔ اب جوابات پیش ہیں۔ (بحوالہ سوالنامہ)

۱۔ ظاہر ہے کہ یہاں کتابوں سے مراد کتاب اللہ کے سوا دوسری کتابیں ہیں۔ ایسی کتابیں تین طرح کی

ہیں۔ ۱۔ کتبہ دین و تقویٰ۔ ۲۔ حکمت و حکایت۔ ۳۔ ادب و شعر۔

۱۔ کتبہ دین میں اول اول اپنے والد محترم

(کہ وہ بھی عالم دین تھے) کے زیر اثر امام غزالیؒ کی

کیا سب سے سعادت سے متاثر ہوا۔ میری عربی کی استفادہ

کم تھی۔ اس لئے میں ان کی عربی کتابوں سے مستفید نہ ہو

سکا۔ مگر فارسی کی اس مختصر کتاب نے مجھے اخلاقیات

زندگی سے روشناس کیا۔۔۔ اس کے بعد شوق نبوی

کی آثار السنن سے روشناس ہوا۔۔۔ یہ اس زمانے

کا ذکر ہے۔ حبیب میں بی۔ اے کا طالب علم تھا۔ اور نجف

سعادت و اسرار دین کا پیکر تھے۔ اسی زمانے

میں میں نے میرا عہد اشرفیہ کا مطالعہ کیا۔ انداز بیان نہایت

دلکش تھا۔ اشعار و لطائف کی آمیزش نے بڑا

مزا دیا۔ اسی زمانے میں ایک اردو کتاب الدین العظیم

نظر سے گزری۔ اس کے بعد عربی کتابوں کے مطالعہ کا

سوالنامہ

۱۔ آپ کو علمی زندگی میں کن کتابوں اور مصنفین نے

متاثر کیا اور آپ کی محسن کتابوں نے آپ پر کیا نقوش چھوڑے؟

۲۔ ایسی کتابوں اور مصنفین کی خصوصیات۔

۳۔ کن مجلات اور جرائد سے آپ کو شغف

رہا۔ موجودہ صحافت میں کون سے جرائد آپ کے

معیار پر پورے اترتے ہیں؟

۴۔ آپ نے تعلیمی زندگی میں کن اساتذہ اور

درسگاہوں سے خاص اثرات لئے، ایسے اساتذہ

اور درسگاہوں کے امتیازی اوصاف جن سے

طلباء کی تعمیر و تربیت میں مدد ملی۔

۵۔ اس وقت عالم اسلام کو جن جدید مسائل اور

مسائل و نزاعوں کا سامنا ہے۔ اس کیلئے قدیم یا معاصر

اہل علم میں سے کن حضرات کی تصانیف کا رآمد و تغید

ثابت ہو سکتی ہیں؟

۶۔ علمی، فکری اور دینی محاذوں پر کئی نکتے تحریری، انفرادی، اور تجدیدی رنگ میں (مثلاً انکار حدیث، عقلیت،

اباسیت، تجدد، مغربیت، قادیانیت اور ماڈرنزم) مصروف ہیں۔ ان کی سنجیدہ علمی احتساب میں کونسی

کتابیں حق کے متلاشی نوجوان ذہن کی رہنمائی کر سکتی ہیں؟

۷۔ موجودہ سائنسی اور معاشی مسائل میں کونسی کتابیں اسلام کی صحیح توجہ دہانی کر سکتی ہیں؟

۸۔ مدارس عربیہ کے موجودہ نصاب اور نظام میں وہ کونسی تہذیبیں ہیں جو اس قدر مؤثر اور مفید ترسنا سکتی ہیں۔

..... امید ہے اپنے معزز مخاطبات سے ہمیں بھی کمال ہوا ہو گا.....

جستہ جستہ نظر سے گزریں۔ سو یہی مختصر سی کہانی ہے دینی و عربی کتابوں سے تحصیل و اکتساب کی اگرچہ گاہ گاہ اور جستہ جستہ عربی کی ویکہ کتب بھی دیکھتا رہا اور اب بھی دیکھتا ہوں۔ مگر اب میری توجہ تصورات اسلام کی تعبیر و تشریح کی طرف زیادہ ہے۔ اور میری رائے ہے کہ نئے دور کو نئے علم کلام کی ضرورت ہے۔ کیونکہ دین پر اعتراضات کی نوعیت بدل گئی ہے۔ اب جملے عقلی نہیں، سائنسی فکر کی طرف سے ہیں۔ لہذا آج کا مسئلہ دین کو نئے اجتماعی افکار کی زد سے بچانا ہے۔

(ب) حکمت و فکریات میں میری دلچسپی فلسفے کے طالب العلم کی حیثیت سے ہے۔ میں نے افلاطون، ارسطو، پیرطامس، اکویناس اور آگے کانٹ، روسو، والٹیر، شوپن ہار، سپینوزا، فٹے، برگسٹن، ولیم جیمز، ڈیوی اور برٹریڈ رسل کا خاص مطالعہ کیا ہے۔ اور آج کے "وجود عبث" کے داعی حکاکر بھی دیکھا ہے۔ اس سلسلے میں اور بھی بہت کچھ دیکھا، ان سب کے زہر کا تریاق علامہ اقبال کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد کی ترجمان القرآن اور مولانا مودودی کی تفہیم القرآن سے ازالہ ادھام ہوتا ہے۔

(ج) ادب و شعر میں حافظ و رومی کے علاوہ نظیری و غالب اور بعد میں اقبال۔ اردو میں میر تقی میر اور جدید دور میں غزل کے شعرا حسرت موہانی اور نانی سے بہت متاثر ہوں۔ اکبر الہ آبادی اور امیر مینائی

شرق بڑھتا گیا۔ اس اثناء میں ایک طرف مولانا ابوالکلام کی تحریریں اور شمالی کی تاریخی نظر سے گزریں۔ اور دوسری طرف میں حضرت مولانا محمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شامل ہو گیا۔ میں نے بلوغ المرام اور مشکوٰۃ شریف مسجد حنبلیہ لاہور میں پہلے پڑھ رکھی تھی۔ اب مسجد شیرازہ الہیہ صحیح مسلم اور حجتہ اللہ البالغہ کی تحصیل کے علاوہ حضرت مولانا کے خاص "درس قرآن میں شرکت کی اس ماحول سے گہرا نقش چھوڑا۔ چنانچہ اب تک فکریات جدید کے وسیع الاطراف مطالعہ کے باوجود میرا ذہن دینی ہی ہے۔

جب ذہن پختہ ہو گیا تو صحیح بخاری کے علاوہ فتح الحرمین (تفسیر شاہ عبدالعزیز) اور جلالین اور بعد میں بیضاوی کا مطالعہ کیا۔ جامعہ ملیہ علی گڑھ میں زیر تعلیم ہونے کے زمانے میں، ان سے تفسیر سورہ یوسف بھی پڑھی۔ بعد میں مولانا اشرف علی تھانوی کی بیان القرآن کو دیکھا۔ امام ابو الحسن الاشعری کی مقالات الاسلامیین کا بہت بعد میں مطالعہ کیا اور احیاء العلوم بھی نظر سے گزری۔

تصوف کی کتابوں کا کشف المحجوب، کلا بازی کی کتاب التعرف لمدہب اہل التصوف، ابو نصر سراج کی کتاب اللع کو بھی دیکھا۔ محی الدین ابن عربی کی مصوص اور فتوحات سے بھی دلچسپی رہی۔ لیکن سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ بعد میں امام ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کی تصانیف بھی

تھے۔۔۔ اور یوں زندگی بھر ہر کسی سے کچھ نہ کچھ سیکھا
عالم ایک مکتب ہے اس میں شجرِ حیرت تک سے
کسب دانش ممکن ہے۔

۵۔ یہ سوال تفصیل طلب ہے۔ اس پر پھر کسی
موقع پر اظہارِ خیال ہو سکے گا۔

۶۔ ایضاً

۷۔ اس وقت عالم اسلام کو جو مسائل درپیش ہیں
وہ کئی قسم کے ہیں۔ (الف) سیاسی (ب) فکری
(ج) داخلی انحطاط۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے
الگ الگ کتابیں درکار ہیں جن کی تفصیل اس شذیہ
میں ممکن نہیں۔

مجملاً عرض ہے کہ سیاسی مسائل سے قطع نظر کہ
اس وقت میرے مد نظر نہیں، جدید نظریات کا مقابلہ
کرنے کے لئے سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے
کہ جدید معاشرتی علوم کا مطالعہ کیا جائے۔ بلکہ انہیں
تمام دینی مدارس کے درس میں شریک کیا جائے۔

معاشرتی علوم سے مراد، علم سیاسیات، علم
معاشیات، علم اجتماعیات اور تاریخ و شہریت
ہے۔۔۔ اس کے ساتھ ہی علوم حکمیہ میں سے
شماریات، تاریخ ارتقائے سائنس اور تاریخ
فلسفہ جدید، اور علم نفسیات اور تاریخ ادب
مغرب بھی مفید ہے۔ ان سب علوم پر انگریزی میں
تو بہت کچھ ہے۔ مگر اردو میں بھی ہر قسم کی کتابیں مل
جاتی ہیں۔

میرے خیال میں دینی مدارس میں انگریزی کے متعلق

کا ذائقہ بھی میسر ہے۔۔۔ اور یوں محسوس کرتا ہوں
کہ زندگی میں یادِ خدا کے بعد شعر سے بڑا روحانی سکون
ملا رہا۔

۲۔ مجھ پر خاص کتابوں سے زیادہ عام مطالعے
کا اثر ہوا۔ اس لئے خصوصی نقوش کا ذکر مشکل ہے۔
اب میں ادب کا اور دین کا بیک وقت طالب العلم
ہوں۔ اور اس نقطہ نظر سے مطالعہ کرتا رہتا ہوں اور
بالآخر ایک مجموعی تاثر قائم ہو جاتا ہے۔

۳۔ اہللال اور معارف (عظیم گڑھ) کا مسلسل
مطالعہ رہا۔ اور ادبی رسائل میں ہمایوں (لاہور)
اردو (دہلی و کراچی) نیا دور اور ماہ نو (کراچی)
وغیرہ وغیرہ اکثر اردو رسالے زیرِ نظر رہتے ہیں۔
اب نئے دینی رسالوں میں ابلاغ (کراچی) اور
الحق (اکوڑہ خشک) اور ترجمان الحدیث (لاہور)
نظر سے گزرتے ہیں۔ ادگاہ گاہ ترجمان القرآن
(لاہور) بھی۔

۴۔ میں نے تعلیمی زندگی میں دینی علوم حضرت
مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا غلام مرشدؒ (لاہوری)
اور مولانا عبدالحی فاروقی وغیرہ سے۔ اور دینی علوم
میں ابتدائی زمانے کے معتمد اساتذہ کے علاوہ
پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیق (لاہوری) پروفیسر ڈاکٹر
شیخ محمد اقبال (لاہور) اور پروفیسر حافظ محمود خاں
شیرانی سے اکتساب کیا۔۔۔ میرے ایک
پرائیویٹ استاد خواجہ محمد سلیم (کہ میرے عظیم
محسن بھی تھے) میرے انگریزی کے استاد

علم کے علاوہ مذکورہ بالا علوم کی آمیزش سے ان مدارس کی افادیت میں بے حد اضافہ ہوگا۔ اور وہ نئے زمانے کے فتنوں کی صحیح نوعیت سمجھ کر ان کا علاج کر سکیں گے۔ مرض کی تشخیص کے بغیر علاج نامکن ہے۔ ہمارے علما کے پیش نظر قدیم زمانے کے محدثانہ خیالات ہیں مگر وہ جدید الحاد کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ علما آج کے رگڑ کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ زمانہ تقابل ادیان سے زیادہ تقابل افکار کا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ داخلی انحطاط کا علاج اور بھی ضروری ہے۔ اور میں غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس کا ایک بڑا سبب تربیت نفوس کا فقدان ہے۔ ہمارے پرانے معاشرہ میں تصوف و طریقت کا ایک نظام تھا جو اندر کی بیماریوں کے علاج پر توجہ صرف کرتا تھا۔ نفس کی اصلاح و تزکیہ پر زور دیتا تھا۔ مگر اب خود دینی حلقوں میں اس کی اہمیت نہیں سمجھی جاتی۔ جو طبقے دینداری پر زور دیتے ہیں وہ تو اس تربیت کے اب قائل ہی معلوم نہیں ہوتے اور جو طریقت پر قائم ہیں وہ صرف تکیہ اور زاویہ کی رونق ہی کو مقصود نظر جانتے ہیں۔ اصلاح نفوس کا کام انہوں نے بھی چھوڑ دیا ہے۔

انسانی زندگی میں جذبات تمام اعمال و اعمال پر بڑا اثر ڈالتے ہیں۔ ان کی تبدیل کے لئے مناسب قسم کے ذوقی وسائل کی ضرورت ہے۔

کچھ ادبی ذوق، کچھ جمالیاتی مشغلہ — کچھ علم جذبات کچھ تطہیر جذبات کی صورتیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر جذبہ کہ پولیس جرائم کا سد باب کرتی ہے مگر ان کی تعزیر سے جرائم رک نہیں جاتے۔ جرائم تو رکتے ہیں تبدیل جذبات سے، تطہیر نفوس سے شرافتوں کے نکل سے درومندی سے، ہمدردی سے، شفقت سے، محبت سے۔ اب اگر اس داخلی انحطاط کو روکنا ہے تو اس کے لئے دین پر مبنی اخلاقیات کے علم رسمی کے ساتھ ساتھ تطہیر نفوس اور تبدیل جذبات کا سامان بھی مہیا کرنا چاہئے، شفقتوں کا ایک نظام قائم کرنا لازمی ہے تاکہ قلوب میں نیکی اور اچھی زندگی کے لئے کشش پیدا ہو۔ ذکر و فکر اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر ظاہری طور سے شفقتوں کا عمل اور محبت عوام کا نظام، توازن اور تعادل پیدا کرے گا۔ دینی ارکان کا عمل بالجوارج ہو اور خارجی زندگی میں مہارت نفس اور محبت و شفقت اور حسن معاملہ اور عدل و احسان نظر نہ آئے تو لوگوں پر دین کا اثر نہیں ہوتا، خصوصاً آج کے دور میں لوگ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں۔

۸۔ اس سوال کا جواب سوال میں آگیا ہے۔

۹۔ یہ سوال بھی تفصیل طلب ہے۔ انشاء اللہ

پھر کسی موقع پر کچھ عرض کر سکیں گا۔

مکن ہے بعض جگہ ربط قائم نہ ہو سکا ہو۔ سو اس کا خیال

نہ کیجئے۔ گزیر ہم برزوخ بینی خط من عیب کن

© rasailojaraid.com کہ مرا عنست ایام بہم برزوخ است